آج کے اخبار میں بہت ضروری مضامین ہیں ان کو غور سے پڑھیئے

عربی مدرسوں کی جن خرابیوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ سب باتیں نہایت ضروری اور نہایت اہم ہیں کسی مدرسے پر اور کسی عالم پر حملہ کرنا مقصود نہیں ہے پوری نیک نیتی کے ساتھ اصلاح کے لیئے یہ مضامین لکھے گئے ہیں امید ہے کہ کوئی مولوی صاحب برا نہیں مانیں گے اور اصلاح کی طرف توجہ فرمائیں گے۔

مولانا اسعد حسین صاحب عرشی دہلوی کا دلچسپ خط اور عمدہ نظمیں بھی توجہ سے پڑھنے کے قابل ہیں

ہزہائینس نواب صاحب رامپور کی درباری تقریر بھی اس لائق ہے کہ تعلیم پانے والے نوجوان اسکو غور سے پڑھیں کیونکہ نواب صاحب بھی نوجوان ہیں اور ابھی درسگاہ سے فارغ ہو کر تخت حکومت پر بیٹھے ہیں اسلیئے انکی یہ پہلی تقریر جو ایک بہت بڑے دربار میں ہوئی نوجوان ہندوستانیوں میں خاص توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے ۔

چغتائی صاحب کا مضمون حسب معمول اب کے بھی بہت مفید ہے اور تعلیمی ہے ۔

اس ہفتہ سالانہ عرس شریف کی مصروفیت کی وجہ سے میں خود کوئی مضمون نہیں لکھ سکا۔ البتہ ایڈیٹر صاحب کے مضامین اور ترتیب کو میں نے دیکھ لیا ہے اور شروع کی یہ تمہید لکھ دی ۔ حسن نظامی

ہندوستان کے عربی مدرسے

اِس اخبار میں کئی مرتبہ انگریزی تعلیم اور نصاب تعلیم کی نسبت لکھا جا چکا ہے کہ اس میں بہت سی خامیاں اور خرابیاں ہیں اور موجودہ یونیورسٹیاں کئی اعتبار سے قابل اصلاح معلوم ہوتی ہیں۔

لیکن ہندوستان کو اپنی قدیمی تعلیمات پر بھی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ہندوؤں کی سنسکرت تعلیم اور مسلمانوں کی عربی تعلیم صدیوں سے ایک ہی طریقہ پر چل رہی ہے اور یہ دونوں قومیں لکیر کی فقیر بنی ہوئی قدیمی رواج و دستور سے ایک قدم آگے پیچھے ہٹنا نہیں چاہتیں۔ نئے زمانہ کی تعلیم میں یہ خوبی موجود ہے کہ وہ اندھی تقلید سے آزاد ہے اور ضرورت کے موافق اپنے اندر تبدیلیاں کرتی رہتی ہے مگر پرانی تعلیم والے کسی قسم کے تغیر و تبدیلی کو گوارا نہیں کرتے۔

ہندوستان میں صدہا عربی مدرسے ہیں۔ دہلی کے قریب دیوبند سہارنپور۔ تھانہ بھون۔ فرنگی محل۔ بدایوں۔ بریلی کے عربی مدرسے بہت مشہور ہیں۔ جہاں سے ہر سال سینکڑوں مولوی تیار ہو کر نکلتے ہیں۔ لیکن یہ مولوی کسی فن میں کامل نہیں ہوتے۔ نہ عربی زبان میں بات کر سکتے ہیں۔ نہ عربی زبان میں کوئی خط لکھ سکتے ہیں اور نہ ان کو دینی مسائل پر عبور ہوتا ہے اور نہ ان میں مسلمانوں کی ضرورت کے موافق مسائل بتانے اور دینی سمجھ کے ساتھ احکام اسلام پر غور کر کے مسائل نکالنے کی قابلیت ہوتی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہندوستان کے سمجھ دار اور اعلیٰ قابلیت کے سب مسلمان انگریزی تعلیم کی طرف چلے جاتے ہیں اور جتنے مفلس اور کم عقل اور پست دماغ کے آدمی باقی رہتے ہیں وہ عربی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مدرسوں کی اور مسجدوں کی روٹیاں کھا کر اپنی عمر کا بڑا حصہ ختم کر دیتے ہیں اور ان میں دماغی اور ذہنی مادہ ہوتا ہی نہیں جس سے کام لے کر وہ عربی علوم کی تکمیل کریں۔

اس لحاظ سے یہ عربی مدرسے مسلمانوں میں بیکار دو کا

ایک بڑا گروہ پیدا کر رہے ہیں۔ اول تو عربی مدرسوں کے پڑھے ہوئے لوگوں کی معلومات محدود ہوتی ہے اس کے علاوہ ان کی سمجھ بھی کم ہوتی ہے اور پھر عربی پڑھنے والوں کے واسطے غیر قوم کی حکومت کوئی نوکری ہی نہیں دیتی۔ اور وہ بے چارے یا تو مسجدوں میں جاکر اذان دیتے ہیں یا امامت کرتے ہیں اور یا وعظ کہنے یا عربی مدرسوں میں پڑھانے کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں لیکن عربی مدرسے مولوی زیادہ تیار کرتے ہیں اور مذکورہ جگہیں کم ہوتی ہیں۔ اس واسطے بے کار مولویوں کی ایک بھیڑ جمع ہو گئی ہے۔

یہ امر بھی تسلیم کرنے کے قابل ہے کہ انگریزی تعلیم یافتہ بھی ہزاروں بے کار مارے مارے پھرتے ہیں اور ان کو گھسیاروں کی خوش حالی دیکھ کر رشک آتا ہے۔ کہ حلال خوروں اور چماروں اور گھسیاروں کے لیئے روزگار ہے مگر ان کے لیئے نہیں ہے۔ لیکن انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں اور عربی تعلیم یافتہ حضرات میں ایک بڑا فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کو آئندہ کی توقع ہے کہ کبھی نہ کبھی ان کو گورنمنٹ کے محکموں میں کوئی عہدہ مل جائے گا۔ مگر عربی تعلیم یافتہ اشخاص بالکل مایوس ہیں اور ان کا مستقبل تاریک ہے۔

لہذا تمام عربی مدارس کے اراکین کو غور کرنا چاہیئے کہ وہ اپنے طلبار کی آئندہ زندگی کا کوئی انتظام کرنا چاہتے ہیں یا نہیں اور کیا کیا انتظام ہونا چاہیئے جس سے ان کے طلبا کی معاش کا کوئی تدارک ہو سکے اور مسلمانوں کی یہ بڑھنے والی بیکاری دور ہو۔

عربی مدرسے اسلامی تہذیب کے دشمن ہیں

انگریزی اسکولوں اور کالجوں کی نسبت تو یہ کہنا چاہیئے کہ وہ نئی تہذیب کے داعی اور عامل اور پرانی تہذیب کے حریف اور مسمار کرنے والے ہیں۔ مگر عربی تعلیم پانے والے ان سے بھی بدتر ہیں کہ وہ نئی تہذیب کے بھی دشمن ہیں اور پرانی تہذیب کو بھی مٹا رہے ہیں اور ان کے سامنے کوئی تمدن اور کوئی زندگی نہیں ہے انگریزی پڑھنے والے کم از کم نئی تہذیب کی صفائی اور شائستگی تو اختیار کر لیتے ہیں اگرچہ وہ نئی تہذیب کے عیب زیادہ اختیار کرتے ہیں تاہم نئی تہذیب کے ذریعہ ان میں تھوڑی بہت شائستگی اور آدمیت پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر عربی پڑھنے والے نئی تہذیب کو اس واسطے اختیار نہیں کرتے کہ وہ خلاف سنت ہے اور پرانی تہذیب سے بھی اس لیئے بے بہرہ رہتے ہیں کہ ان کے مدرسوں میں تاریخ اور جغرافیہ اور اخلاقی تعلیم و عمل نہیں ہے۔ بلکہ محض ایسی کتابیں پڑھائی جاتی ہیں جن کے اثر سے وہ "کاٹ کے مولوی" بن جاتے ہیں۔ جن میں کسی قسم کی زندگی اور کسی قسم کی بیداری اور کسی قسم کی شائستگی اور تہذیب نہیں ہوتی۔ وہ نہیں جانتے کہ انسان کو لباس میں اور کھانے میں کسی قسم کی انسانیت اور آدمیت کی ضرورت بھی ہے۔ ان کا لباس کچھ تو مفلسی کی وجہ سے اور کچھ اس لیئے کہ وہ لباس کے سلیقہ اور تمیز سے ناواقف ہوتے ہیں بہت بھدا ہوتا ہے اور کپڑے نہایت غیر

شائستہ اور نظر خراش ہوتے ہیں اور ان کا کھانا بھی بے تمیزی کا ایک پورا نمونہ ہوتا ہے۔ میلے برتنوں کو صاف نہیں کرتے۔ کھانے سے پہلے مسنون طریقہ کے موافق ہاتھ نہیں دہوتے۔ کھانے کی جگہ صاف نہیں کرتے۔ ان کے دسترخوان صاف نہیں ہوتے۔ وہ نہایت بے تہذیبی کے ساتھ الٹے سیدھے بیٹھ جاتے ہیں۔ کوئی اوکڑوں بیٹھ جاتا ہے کوئی آڑا کوئی ترچھا اور نوالے اس طرح چباتے ہیں کہ کتے کی چپڑ چپڑ بھی ان کو دیکھ کر شرماتی ہے۔ ایک رکابی میں سالن نکال لیتے ہیں اور سب مل کر اس میں ہاتھ ڈالتے ہیں۔ ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ دوسرے کے سامنے کی بوٹی جھپٹ لے اور کھا جائے۔ حالانکہ وہ حدیثوں میں پڑھتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم نے کھانے کی تہذیب کا نہایت عمدہ طریقہ بتایا ہے کہ اگر ایک برتن میں مل کر کھاؤ تو اپنے آگے سے کھاؤ۔ بیچ میں نوالہ نہ ڈبوؤ اور دوسرے کے آگے کی بوٹی نہ لو اور اس طرح نہ کھاؤ کہ ساتھ والے کو گھن آئے۔ مگر ان عربی پڑھنے والوں کو اور سب باتوں میں تو سنت اور حدیث کی پیروی کا دعویٰ ہوتا ہے۔ لیکن کھانے اور لباس کی تمیز حدیثوں سے نہیں سیکھتے۔ اور یہ تمام باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ عربی پڑھنے والے اسلامی تہذیب کو مٹا رہے ہیں اور نئی تہذیب سے مقابلہ کر رہے ہیں اور کوئی نئی اور پرانی تہذیب اپنے لئے مقرر کرنا نہیں چاہتے۔ گویا غائبانہ تہذیب سے انھوں نے قطعی جلاوطن ہونے کا ارادہ کر لیا ہے۔

سرِ راہ پاجامہ میں ہاتھ

مسجدوں اور مدرسوں میں پڑھنے والے طلبا اور ان کے استاد مولوی سب جگہ ایک بڑے عیب میں مبتلا ہیں جس کی وجہ سے اسلام بھی بدنام ہوتا ہے اور مسلمان بھی رسوا ہوتے ہیں اور اسلام کی تہذیب پر بھی دھبہ لگتا ہے اور وہ یہ ہے کہ مولوی اور عربی پڑھنے والے طلبا پیشاب کرنے کے بعد راستوں میں کھڑے ہو کر پاجامہ میں ہاتھ ڈالے ہوئے مٹی کے ڈھیلہ سے استنجا خشک کیا کرتے ہیں اور ذرا نہیں شرماتے کہ دوسری قوم والے ان کو اس بے حیائی اور بے شرمی سے کیا خیال کریں گے اور ان کی وجہ سے اسلامی تہذیب اور اسلامی دین پر کیسی حرف گیری ہوگی اگر ان کو نرمی سے سمجھایا جائے تو اکڑ کر بولتے ہیں اور سخت جواب دیتے ہیں کیونکہ مولویت کا غرور ان کو فرعون بے سامان بنا دیتا ہے۔ محمدی اخلاق کی نرمی اور گدازگی کا ان میں نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔

وقت آ گیا ہے کہ نوجوان کھڑے ہوں گے اور جبراً ان خرابیوں کو دور کر دیں گے۔

غسل خانوں میں مٹی کا ڈھیر

عربی مدرسوں کے غسل خانے اور ان کی مسجدوں کے غسل خانے بڑے گندے اور میلے ہوتے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ مٹی کے ڈھیلوں سے طہارت کرنی اسلام کا ضروری حکم سمجھتے ہیں حالانکہ یہ کوئی ضروری چیز نہیں ہے۔

عرب میں پانی کی کمی تھی اس واسطے مٹی سے طہارت کی جاتی تھی۔ ہندوستان میں پانی کی افراط ہے اس لئے مٹی کے ڈھیلوں کا پاخانوں اور غسل خانوں میں جمع کرنا بالکل فضول ہے پانی سے طہارت کر لینی کافی ہے۔ مگر یہ اصلاح بھی نئی روشنی کے نوجوان جبریہ مداخلت سے کریں گے ورنہ عربی طلبا اور مولوی نصیحت سے کوئی اثر قبول نہیں کریں گے ٭

مولوی تاریخ اور جغرافیہ نہیں جانتے

عربی پڑھنے والے نوجوانوں میں یہ تحریک پھیلانی بھی ضروری ہے کہ عربی کے نصاب تعلیم میں تاریخ اور جغرافیہ اور اخلاقیات کا اضافہ کیا جائے کیونکہ صدیوں سے عربی نصاب تعلیم میں یہ چیزیں نہیں ہیں اور اسکی وجہ سے ہندوستان میں ایک مولوی بھی ایسا نہیں ہے جو اسلامی تاریخ اور اسلامی جغرافیہ اور اسلامی اخلاق سے واقف ہو۔ ان مولویوں کو یہ بھی خبر نہیں کہ قرآن مجید نے جن پیغمبروں اور اشخاص کی تاریخ بیان کی ہے اور قرآن مجید میں جن جن مقامات کا جغرافیہ بیان ہوا ہے وہ مقامات کہاں ہیں اور آجکل ان مقامات کا کیا نام ہے ٭

جامع ازہر کی اصلاح

مصر میں عربی علوم کی ایک بہت بڑی یونیورسٹی صدیوں سے جاری ہے جس کا نام جامع ازہر ہے۔ وہاں بھی وہ سب خرابیاں موجود تھیں جو ہندوستان کے عربی مدرسوں میں ہیں۔ مگر اب مصر کے نوجوانوں نے جبریہ مداخلت کر کے جامع ازہر کی اصلاح کا کام شروع کر دیا ہے ٭

ندوہ کا اصلاحی مدرسہ

ایک زمانہ میں ہندوستان کے بہت سے مولویوں کو اپنے نصاب تعلیم اور اخلاقی پستی کا احساس ہوا تھا اور انھوں نے بڑے دھوم دھام کے جلسے کئے تھے۔ اور ایک مدرسہ لکھنؤ میں جاری کیا تھا جو اب تک جاری ہے۔ اس مدرسہ نے اچھے عربی بولنے والے عربی لکھنے والے اور تاریخ و جغرافیہ سے ماہر علماء پیدا کئے۔ مگر ان میں دینی احساس اور دینی لگاؤ کی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ اگر اس کی اصلاح ہو جائے تو یہ مدرسہ ایک کامیاب اور نمونہ کا مدرسہ مانا جائے گا۔ اور اس کے اثر سے تمام ہندوستان کے عربی مدرسوں کی اصلاح ہو جائے گی ٭

تقریر ہز ہائی نس نواب صاحب رامپور

بموقع دربار تاج پوشی جو ۲۶- اگست ۱۹۳۰ء کو ہوا

معزز دوست ہز اکسلنسی گورنر کی زبان سے جو موثر تقریر ہم سب نے ابھی سنی ہے اس کے جواب کیلئے کھڑے ہوتے ہوئے میں اپنے دل کو جذبات شکر گزاری سے لبریز پاتا ہوں۔ آپ نے سخت تکلیف دہ موسم میں پہاڑ سے اتر کر اس غرض سے زحمت سفر گوارا فرمائی ہے کہ مجکو اس تقریب سعید پر مبارکباد دیں اور وہ خریطہ جو ہندوستان میں ہز امپیریل مجسٹی کنگ امپرر کے نائب السلطنت کی جانب سے آپ لائے ہیں مجکو تفویض فرمائیں۔ قبل اس کے کہ کچھ اور کہوں میں یور اکسلنسی سے درخواست کروں گا کہ میری جانب سے ہز اکسلنسی والیسرائے کی خدمت میں ان مستحسن خیالات کے لیے جو ہز اکسلنسی نے میری مسند نشینی ریاست رامپور کے موقع پر ظاہر فرمائے ہیں احسان مندی کے ساتھ شکریہ ادا فرمائیں۔ میں خود بھی شملہ سے حال ہی میں واپس آیا ہوں جہاں ہز اکسلنسی کی اعلےٰ مہمانداری کا لطف اٹھانے کے علاوہ مجھ کو ان کی دلکش شخصیت نے بالکل گرویدہ کر لیا۔

یور اکسلنسی نے میرے والد ماجد جنت مکان کا تذکرہ فرما کر مجھے بہت متاثر کیا اس میں شبہ نہیں کہ مرحوم غیر معمولی صفات کے انسان تھے اور ان کی وفات سے سلطنت برطانیہ اپنے ایک وفادار دوست اور نہایت مخلص ہمدرد سے محروم ہوگئی والد مرحوم نے ریاست رامپور کی تاریخ میں نمایاں آثار چھوڑے ہیں اور میری کوشش ہوگی کہ جہاں تک ممکن ہو میں بھی ان کے نقش قدم پر چلوں یہ والد مرحوم ہی کی مشفقانہ تربیت کا اثر ہے کہ مجھے انتظامات ریاست کی ایک حد تک استعداد حاصل ہوئی۔ اور آج میں مختلف قوموں اور مختلف جماعتوں کے تقریباً ۵ لاکھ نفوس پر حکمرانی کا نہایت اہم بار اٹھا رہا ہوں۔ علوم مشرقی سے فراغ پاتے ہی ہز ہائینس مرحوم نے مجھے اس ملک کے دوسرے کنارے یعنی جنوب ومغرب کے راجکمار کالج راجکوٹ میں بغرض تعلیم بھیج دیا۔ یہ تعلیم گاہ میرے خصائل پر بہت اثر انداز ہوئی اس نے میرے خیالات میں وسعت پیدا کی۔ آج مجھے غیر معمولی مسرت ہے کہ میں اپنے مہمانوں میں اپنے پرانے پرنسپل اور ٹیوٹر مسٹر ٹرنر کو بھی موجود پاتا ہوں۔

میں ان گرانبار فرائض کو پوری طرح محسوس کرتا ہوں جو بحیثیت فرمانروا مجھے پیش آنے والے ہیں۔ اپنی رعایا کی فلاح و بہبود میرا خاص مقصد ہے۔ ان ہی چند ہفتوں میں جو اپنے جدید دور حکومت میں قدم رکھنے کے بعد گزرے ہیں۔ میں نے اس امر کی کوشش کی ہے کہ ریاست کا کل نظام جدید طرز پہ قائم ہوجائے

قابل اور لائق اعتماد وزراء کا تقرر کیا گیا ہے۔ صاحبزادہ عبدالمجید خان ریونیو منسٹر کرنل صاحبزادہ عاشق علی خان آرمی منسٹر۔ خان بہادر مسٹر مسعود الحسن جوڈیشل منسٹر مسٹر اے۔ کے پانڈے ہوم منسٹر اور خان بہادر مسٹر محمد حسن خان فنانس منسٹر ہیں۔ صاحبزادہ عبدالصمد خان جو میرے والد مرحوم کے دیرینہ وفادار اور آزمودہ کار منسٹر تھے۔ بحیثیت چیف منسٹر کے اپنے تجربہ اور قابلیت سے فوائد پہونچا رہے ہیں۔ ریاست کا محکمہ عدالت (جوڈیشل) از سر نو ترتیب دیا گیا ہے ہائیکورٹ قائم کیا گیا ہے ججز اور مجسٹریٹ کے عہدوں پر دیانتدار اصحاب کا جو اعلیٰ قانونی قابلیت رکھتے ہیں تقرر کیا گیا ہے اگر خدا نے چاہا تو میری تجویز ہے کہ اسی قسم کی اصلاحات دوسرے محکمہ جات ریاست بالخصوص صیغہ مال کو پولس اور فینانس میں بھی جاری کئے جائیں مجھے امید ہے کہ میں جلد ایک ماہر فن کی خدمات حاصل کر سکوں گا جو موجودہ نظام صیغہ مال کو از سر نو ترتیب دینے کے علاوہ میری ریاست کے اس غیر مزروعہ رقبہ کو بھی جو جانب شمال واقع ہے اس قابل بنا سکے کہ وہ جدید آبادی کے لئے موزوں خیال کیا جائے۔ ترقی کے لئے مالیات کی درستی لازم ہے میں نے اخراجات ذات خاص میں غیر معمولی تخفیف کی ہے تاکہ ان کاموں کے لئے روپیہ فراہم ہو سکے جو ترقی اور فوائد عام کے لئے ضروری ہیں مثلاً وسیع ضروریات طبی زراعت صنعت و تجارت اور ترقی تعلیم میں فوری اصلاح کے بنانے خود متوجہ ہوں اور اس وقت تک مجھے اطمینان نہ ہوگا جب تک وہ شعبہ میں پایہ کمال کو نہ پہنچ جائے تاکہ جبکہ بھی سرحد پیش آئے میری فوج سلطنت برطانیہ کی امداد اور ریاست کے تحفظ میں کام آئے۔

آج کی خوشی کی یادگار میں میں نے اپنی رعایا کے فلاح و بہبود کے لئے مندرجہ ذیل مراعات منظور کئے ہیں جن کا اعلان کرتا ہوں: ۔

(۱) معافی بقایائے مالگذاری بابت سنین ماضیہ جس کی تعداد تقریباً بارہ لاکھ ہے۔ اور

(۲) اجرائے واٹر سپلائی نلوں بیچ برلئے شہر رامپور نیز میرا خیال ہے کہ مسئلہ اجرائے پنشن یا پراویڈنٹ فنڈ و اضافہ مشاہرات ملازمان پر بھی غور کیا جائے۔

حضرات! دل و دماغ کی جن اعلےٰ خوبیوں سے ہز اکسلنسی سر ملکم ہیلی متصف ہیں وہ اس درجہ اظہر من الشمس ہیں کہ یہاں ان کا اعادہ بے سود ہوگا۔ لیکن اس موقع پر صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں کہ موجودہ دور مشکلات میں صوبہ متحدہ کے مہمات سلطنت کی ذمہ داری ہز اکسلنسی جیسے وسیع النظر اور وسیع التجربہ مدبر کو تفویض ہونا ایک انتہائی خوش قسمتی کے علاوہ ہر حیثیت سے مناسب اور موزوں ہے اور مجھے کامل یقین ہے کہ وہ ان تمام مشکلات موجودہ کا مقابلہ نہایت خوبی سے کریں گے میں بھی اپنے والد مرحوم کی طرح کامل اعتقاد رکھتا ہوں کہ حکومت برطانیہ اپنی رعایا کے ساتھ جس کو مشیت نے اس کے سپرد کیا ہے کامل رواداری انصاف اور فیاضی کا برتاؤ کرتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ حکومت نے اپنے فرائض کو اس خوش اسلوبی کے ساتھ ادا کیا ہے کہ وہ دوسری

حکمراں قوموں کے لیئے ایک نظیر ہے اس بنا پر میں یور اکسلنسی کو ان تمام وسائل اور تدابیر میں جو سلطنت کے استحکام اور فلاح کے لیئے اختیار فرمائیں اپنی کامل اعانت اور انتہائی ہمدردی کا یقین دلاتا ہوں فی الحقیقت مجھے کوئی چیز ان دوستانہ تعلقات سے زیادہ عزیز نہیں ہے جو میرے خاندان اور حکومت برطانیہ کے درمیان ہمیشہ سے قائم ہیں۔ اور جس کے تذکرہ سے ہندوستان کی تاریخ مزین ہے اسی طرح میں اعلیحضرت ہز امپیریل مجسٹی کنگ امپیرر کی ذات گرامی سے جو دلی عقیدت رکھتا ہوں اسپر مجکو بے حد فخر ہے اور میری دعا ہے کہ خداوند تعالے اعلے حضرت کو سالہا سال اپنی عظیم الشان سلطنت کی رہنمائی کے لیئے زندہ و سلامت رکھے۔

میں اس موقع پر اس قابل قدر امداد کا اعتراف کرنا چاہتا ہوں جو مجھے اپنے دوست مسٹر لارنس اسٹبنز پولٹیکل ایجنٹ رامپور سے ملی ہے۔ اور مجھے امید ہے کہ میں ان کاموں میں جو میرے پیش نظر ہیں ایک عرصہ تک ان کے تجربہ اور دوستانہ مشورہ سے فائدہ اٹھاتا رہوں گا۔

مجھے نہایت مسرت ہے کہ دربار حال میں اپنے اور والد مرحوم کے اکثر معزز دوستوں کو دیکھ رہا ہوں اور میں ان کی اس عنایت کا کہ انھوں نے رامپور آنے کی تکلیف گوارا فرمائی اور اس تقریب میں شرکت کی دلی شکریہ ادا کرتا ہوں

قبل اس کے کہ اپنی یہ تقریر ختم کروں میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے اتنی توفیق اور ہمت عطا فرمائے کہ میں اپنی رعایا کی خدمت کرسکوں اور اسکو مطمئن اور خوش حال دیکھوں اس لیئے کہ ان کی فارغ البالی میری عین خوشی ہے *

مضامین چغتائی

ریل کا انجن

(از مرزا عظیم بیگ چغتائی بی۔ اے۔ ایل۔ ایل بی۔ (علیگ)

تم نے ریل کا انجن تو دیکھا ہوگا اور یہ بھی جانتے ہوگے کہ انجن بھاپ کے زور سے چلتا ہے مگر تم یہ نہ جانتے ہوگے کہ آخر کس طرح اس بھاپ کو لوگ بنا کر استعمال کرتے ہیں اور اصل انجن میں قوت اور حرکت بھاپ سے کس طرح پیدا ہوتی ہے۔ سب سے پہلے ہم تمہیں اصول بتاتے ہیں۔ کسی برتن میں پانی بھر کر اسکو چاروں طرف سے بند کر کے خوب جوش دو اور اس برتن میں ایک چھوٹا سا سوراخ رکھو۔ تم دیکھوگے کہ اس سوراخ سے بڑے زور سے بھاپ نکلے گی۔ اتنی تیزی سے کہ اگر کوئی کاغذ اس کے اوپر رکھ دو تو وہ اڑ جائے گا۔

تم نے اکثر بازاروں میں رنگ برنگی کاغذ کی چرخیاں دیکھی ہونگی۔ ایک بانس کی کھپچی میں اوپر کے سرے میں

ایک پھول سا کاغذ ایسا لگا ہوتا ہے کہ وہ ہوا سے خود بخود گھومتا ہے۔ اس چرخی کے پھول میں پتیاں ایسی ترکیب سے لگائی جاتی ہیں کہ ان میں ہوا بھر کر گھومتی ہے۔ اگر تم اس چرخی کے پھول کو اس برتن کے سوراخ پر لگا دو جس میں سے کہ بھاپ زور سے نکل رہی ہے تو چرخی زور سے گھومیگی۔ اب فرض کرو کہ ایسی ہی ایک لوہے کی چرخی ہے اور اس میں کاغذ کے پردوں کے بجائے ایسے پر لگے ہیں جیسے کہ بجلی کے پنکھے میں ہوتے ہیں اور اسکو اس برتن میں جا کر لگا دیا جائے تو وہ برابر گھومتی رہےگی۔ اس چرخی میں اگر بائیسکل کی زنجیر کی طرح اسکی پشت پر ایک فری وہیل لگا کر زنجیر کو ایک بڑے پہیہ میں لگا دیا جائے تو وہ پہیہ بھی گھومنے لگےگا۔ تین پہیہ علاوہ اس کے اور ہوں تو بس انجن ہو گیا اور چلنے اور دوڑنے لگ جائےگا۔

اسی اصول پر انجن چلتا ہے مگر طریقہ دوسرا ہے یعنی انجن میں چرخی لوہے کی نہیں رکھتے کیونکہ مضبوط سے مضبوط پر بھی اتنا بوجھ نہیں کھینچ سکتے جتنا انجن کھینچتا ہے۔ اس میں چرخی کے بجائے پسٹن ہوتے ہیں اور یہ ایک بڑے پہیہ میں لگے ہوتے ہیں جس کو فلائی وہیل (اڑنے والا پہیہ) کہتے ہیں۔ پسٹن اپنے اپنے خانوں میں ہوتے ہیں اور وہ ایسے چلتے ہیں جیسے کہ بائیسکل کے ہوا بھرنے کے پمپ میں اس کے اندر کا ڈنڈا چلتا ہے۔ فلائی وہیل سے یہ ایسے جڑے ہوتے ہیں کہ اگر فلائی وہیل کو بغیر انجن چلائے ہوئے گھماؤ تو باری باری سے ایک ایک پسٹن اس جگہ آ جاتا ہے جس جگہ بھاپ کا سوراخ ہوتا ہے انجن یوں چلتا ہے کہ بھاپ ایک پسٹن کو زور سے آگے بڑھاتی ہے تو وہ چلا جاتا ہے مگر اس کا دوسرا بھائی اسکی جگہ عین موقعہ پر خود بخود آ جاتا ہے۔ اور بھاپ جب اسے بھگاتی ہے تو وہ بھی بھاگ جاتا ہے۔ اور پھر پہلا والا آ جاتا ہے چونکہ یہ فلائی وہیل میں لگے ہوتے ہیں اور ان کے دوڑنے سے فلائی وہیل بھی لازمی طور پر گھومتا ہے۔ لہذا جب تیزی سے یہ عمل ہوتا ہے تو فلائی وہیل بڑی تیزی سے گھومنے لگتا ہے اسی فلائی وہیل کے دھرے سے انجن کے نیچے کے پہیئے بجائے زنجیروں کے گھڑی کے سے دانتے دار کرنوں (یعنی پہیوں) سے اس طرح ملا دیئے جاتے ہیں کہ فلائی وہیل کے گھومتے ہی نیچے کے پہیئے گھومتے ہیں اور انجن دوڑنے لگتا ہے۔ بڑی مقدار میں بھاپ اور بڑے بڑے پسٹن اور مضبوط دانتے دار پہیئے اصلی فولاد کے بنائے جاتے ہیں تاکہ زور لگنے میں ٹوٹ یا گھس نہ جائیں۔

انجن الٹا کیونکر چلتا ہے؟

دراصل ایک پرزہ ایسا لگا ہوتا ہے کہ فلائی وہیل کو چاہے الٹا گھما دے یا سیدھا۔ اس پرزہ سے جب انجن کو الٹا چلانا مقصود ہوتا ہے تو فلائی وہیل کو روک کر پرزہ دباتے ہیں اور بھاپ چھوڑتے ہی وہ

دوسری طرف گھومنے لگتا ہے اور اس کے ساتھ انجن کے پہیے بھی اُلٹے چلنے لگتے ہیں۔ انجن کی رفتار میں یا اور کسی چیز میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

انجن کا پیٹ

انجن میں بھاپ پیدا کرنے کے لئے کوئی برتن یا ٹنکی نہیں ہوتی۔ جو ٹنکی تم دیکھتے ہو کہ انجن میں ہوتی ہے وہ دراصل پانی کا گودام ہوتا ہے وہاں سے ایک راستہ بنا ہوتا ہے جس میں ہو کر پانی انجن کے پیٹ میں جاتا ہے۔ اسکو ہم نے انجن کا پیٹ اسلئے کہا کہ یہ پانی بجائے کسی برتن میں جانے کے تانبے کی کچھ کھلی نلکیوں میں جاتا ہے جو بالکل آنتوں کی طرح ہوتی ہیں۔ اگر اس نلکی کو سیدھا کرلیا جائے تو بڑی لمبی ہو مگر اسکو ایک ملگہ سوت کی لچھی کی طرح پیچ در پیچ کرکے رکھتے ہیں اور اس کے نیچے کوئلہ جلاتے ہیں۔ تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اگر کسی برتن میں پانی رکھ کر آگ جلائیں گے تو وہ اتنی جلدی گرم ہو کر بھاپ نہیں بنے گا۔ جتنی جلدی ان نلکیوں میں بن جائے گا کیونکہ پتلی سی نلکی کے چاروں طرف آگ ہی آگ رہتی ہے اگر برتن ہوتا تو پانی کے بیچوں بیچ کا حصہ آگ سے بہت دور رہتا خواہ اس کے چاروں طرف ہی آگ کیوں نہ جلائی جاتی اسکو انگریزی میں انجن کا بائلر کہتے ہیں۔ انگریزی میں لفظ Boil یعنی بوائل کے معنی اوٹنانے کے ہیں۔ اسی وجہ سے اس کا نام بھی بوائلر رکھا ہے۔

انجن کی سیٹی کیسے بجتی ہے؟

ایک ٹین کے معمولی برتن میں اس کے ڈھکنے میں گول سوراخ کرکے وہ جیبہ والی گول سیٹی کا منہ داخل کردو اور قلعی گر سے رانگے کا جھال لگوا کر مضبوط کرا لو۔ اس میں پانی گرم کرو جب وہ خوب جوش کھائے گا تو بھاپ اس میں سے تیزی کے ساتھ نکلے گی اور سیٹی بجنے لگے گی۔ بہت سی انگریزی چائے کی کیتلیاں اس قسم کی آتی ہیں کہ ان میں سیٹی لگی لگائی آتی ہے تاکہ بتادے کہ اب پانی کھول گیا اور چائے ڈالی جائے۔ انجن میں بھی یہی انتظام ہوتا ہے مگر اس میں بڑی بھاری سیٹی لگی ہوتی ہے اور اس کا منہ ہمیشہ بند رہتا ہے چائے کی کیتلی کی طرح کھلا نہیں رکھتے۔ جب ضرورت ہوتی ہے پرزہ دبا دیتے ہیں منہ کھل جاتا ہے اور انجن سیٹی دیتا ہے

انجن کیونکر رکتا ہے؟

جہاں اسٹیشن رہتے ہیں وہاں ایسا انتظام رکھا جاتا ہے کہ بھاپ کس طرف سے بھی نہ نکل سکے ورنہ بھاپ اگر نکل جائے تو پسٹن کو کیسے دھکیلے مگر وہیں پر یہ انتظام بھی رکھا جاتا ہے کہ اگر انجن چلانے والا ایک پرزہ دبا دیتا ہے تو ایک درز پیدا ہو جاتی ہے جس میں سے سب بھاپ کا زور نکل جاتا ہے۔ جب بھاپ باہر نکل گئی تو خواہ مخواہ انجن کے پہیے بھی رک گئے مگر تم نے دیکھا ہوگا کہ ایسا نہیں ہوتا کیونکہ انجن بڑے زور میں چلتا ہے اور اس کا ریلا ہی اس زور کا ہوتا ہے کہ بھاپ بند کردینے پر بھی وہ زور میں آگے چلا جاتا ہے۔ لہذا اس کے روکنے کے لئے انجن کے پہیوں میں بریک لگائے جاتے ہیں۔ اگر تم سائیکل پر جارہے ہو اور زور سے چلا کر پاؤں روک دو تب بھی

سائیکل وہیں کی وہیں نہ رکے گی تاوقتیکہ تم سائیکل
کے بریک نہ لگاؤ۔ یہی حال انجن کا ہے اور جس
طرح پاؤں کی حرکت روکنے سے بالکل نہیں رکتی
انجن بھی نہیں رکتا اور بعد میں بریک دیکر روکتے ہیں؟

حکایت الزید والفار۔ سلسلۂ الغفار۔
علی سبیل التمثیل فی بیان خشیت الجلیل

ھو الرحمن الرحیم

زید کی اور چوہیا کی کہانی
بابا عرشی کی زبانی

ایک دن چوہیا پکڑ کر زید نے
اور اُسے کھیلتا پھرنے لگا
بچنا جب چاہتی تھی بھاگ کے
کھینچ سکا جاتی تھی وہ ڈورے کے ساتھ
رو کے چوہیا نے کہا یہ زید سے
مارے جھٹکوں کے کمر دکھنے لگی
کیا مجھے سمجھا ہے کنکوا میاں
ہے کبھی ڈھیل تو ہے اینچ کبھی
ڈھیل دیکر کھینچ لیتے ہو مجھے
اور ادھر مجھکو اُلٹتے ہو کبھی
جان نکلی جاتی ہے اب چھوڑ دو
سُنکے یہ سعی جو وہ شامت زدہ
اور انھوں نے زید سے آکر کہا
کیا نہیں ڈرتے خدا سے زید تم

باندھا ڈورا اُسکی دُم میں کھینچکے
حال چوہیا کا ہوا اس سے بُرا
کھینچ لیتا تھا وہ ڈورا زور سے
کرتی کیا بے بس تھی آ کر اسکے ہاتھ
چھوڑ دو صاحب مجھے تم قید سے
اور دُم بھی میری زخمی ہوگئی
جو لگاتے ہو تم ایسی ٹھمکیاں
چوہیا کاہیکو میں گڈی ہوگئی
تم بہت تکلیف دیتے ہو مجھے
میرا لالنگر بناتے ہو کبھی
زید بولا ڈانٹ کر بس چپ رہو
زید کی اماں نے رونا سُن لیا
تم نے کیوں باندھا ہے اسکو بے خطا
تم نے کیوں باندھی ہے اس چوہیا کی دم

یہ قیامت میں کہے گی رو کے جب
زید نے مجکو ستایا ہے بہت
مجکو لٹکاتا تھا ڈورے میں اُدھر
حشر میں جب پوچھا جائیگا جواب
گر خفا ہو کر فرشتے کو خدا
وہ فرشتہ حشر کے میدان میں
ٹانگ رسّی سے تمہاری باندھ دے
تم جو بھاگو تو وہ رسّی کھینچ لے
پھر وہ تم کو اُلٹا لٹکائے اُدھر
مارے جھٹکوں کے کمر دکھنے لگے
تم کو لالنگر بنا کر کھیلے وہ
تم کہو رو رو کر مجکو چھوڑ دو
پھر بتاؤ تم کو کیا آئے مزا
چھوڑ دو بیٹا بس اسکو چھوڑ دو
جانور بھی جان رکھتے ہیں میاں
جس طرح تکلیف ہوتی ہے ہمیں
زید یہ سب باتیں سُن کر ڈر گیا
یہ بتاؤ اچھی اماں جان اب
اسکی اماں نے کہا بیٹا نہیں
اور دی شاباش اسکو بار بار
اپنی اماں کا جو کہنا مانے گا
زید کی چوہیا کا ہو قصہ تمام

اپنے خالق سے کہ سُن اے میرے رب
میرا دل اس نے دکھایا ہے بہت
اے سمیع اللہ مرا انصاف کر
تو خدا کو دیگا کیا جواب
حکم دیدے زید کو دے تو سزا
حکم سے اللہ کے ایک آن میں
اور تم کو کھینچتا پھرنے لگے
اور جھٹکے خوب اسے دے زور سے
ٹانگیں اوپر ہوں تمہاری نیچے سر
ٹانگ میں بھی رسی سے گھسّے پڑے
تم تماشا ہو تماشا دیکھے وہ
وہ جھڑک کر یہ کہے بس چپ رہو
پر نہ دے اللہ کسی کو یہ سزا
ظلم تم ہرگز کسی پر مت کرو
مت ستاؤ ان کو تم اے میری جان
بس یونہی تکلیف ہوتی ہے انہیں
چھوڑ کر چوہیا کو یوں کہنے لگا
مجھ سے ناخوش تو نہیں ہوگا رب
اب خفا وہ تم سے ہونے کا نہیں
گود میں اپنی اٹھا کر کے پیار
اسکو تو اچھا خدا بھی جانیگا
ختم کر عرشی حکایت والسلام

(اسعد الاشرفی)

علی کی اور ٹڈی کی کہانی۔ بابا عرشی کی زبانی

خواجہ صاحب ایک دن گڑگانوں سے
ملگئیں رستے میں ان کو ٹڈیاں
دس گیارہ ٹڈیاں ہاتھ آگئیں
کھیلتا تھا ایک ٹڈی سے علی
جان ٹڈی کی گئی بے کار مفت

اپنے گھر موٹر میں واپس آتے تھے
بولے نوکر سے کہ پکڑو ٹڈیاں
آکے گھر بچوں کو وہ تقسیم کیں
پاؤں سے اس کے وہ دب کر مر گئی
ہمچنان در فکر آن ہیتم کہ گفت

پیل بانے بر لب دریائے نیل

دیو کے نیچے کے ہاتھ آئے اگر
اور پھر وہ کھیلتے ہی کھیلتے
تو بتاؤ اس پہ کیسا غصہ آئے
یاد رکھ یہ بات میری اے علی
دق نہ کر کمزور کو ہرگز بہ زور

اتفاقاً کوئی بدقسمت بشر
مار ڈالے اُس بشر کو جان سے
جی یہی چاہے کہ یہ بھی مارا جائے
دے تجھے بیٹا خدا علم جلی
زیر پایت گر بدانی حال مور

ہم چو حال تست زیر پائے پیل

(اسعد الاشرفی)

خطوط

ہز ہائی نس نواب سر شجاع الملک بہادر مہتر چترال کا خط

مکرمی و محترمی ام فضیلت مآب عالم اجل فاضل اکمل

حضرت خواجہ صاحب دام اللہ تعالیٰ فیوضاتکم۔

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ خداوند کریم کے فضل و عنایت سے الراقم الحروف خیر و عافیت سے ہے اور امید کرتا ہے آں حضرت بھی صحت و سلامت ہوں گے۔ آج کی ڈاک میں آں حضرت کا عطیہ گرامی یعنی ایک جلد سیرت نبوی کی پہنچی۔

اس کے مطالعہ سے نہایت خوشی ہوئی۔ ہدیہ تشکر پیش کرتا ہوں۔ آپ نے جو اسلام کی اب تک گرانقدر خدمات اپنی تصانیف سے انجام دیئے ہیں۔ اسے دنیا اچھی طرح سے واقف ہے۔ مگر سیرت النبوی سے جو مسلمان بچوں اور بچیوں کو فائدہ پہنچے گا۔ اس کے لئے دنیائے اسلام ہمیشہ آپ کی مشکور و ممنون رہیگی زمانے کے موجودہ حالات کو دیکھتے ہوئے مجھے یہ کہنے میں از حد مسرت ہے کہ آپ کی سیرت النبوی کی اشاعت ایسے وقت میں جبکہ اس قسم کی مذہبی کتاب کی ضرورت سختی کے ساتھ محسوس کی جارہی تھی دنیائے اسلام کے لیے باعث مسرت ہے۔ میں نے آج اپنے سکرٹری سے کہہ دیا ہے کہ چار درجن جلد سیرت النبوی منگوا کر اسلامی مدارس چترال کے طلبا میں تقسیم کردیں۔

والسلام۔ فقط ۲۳

شجاع الملک

سہیو کا خط

بنام آنکہ نامش حرز جانہا نست
ثنایش جوہر تیغ زبانہا ست

قصبہ سہیو جلیسر روڈ ای آئی آر۔ ۳۱ اگست سنہ ۱۹۳۰ء

مرشد گرامی حضرت مولانا خواجہ سید حسن نظامی۔

سلامتی ہو آپ کے اوپر اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اس کی

۲۴ اگست کے خواجہ اسکول گزٹ میں برادر عزیز مولانا عبدالستار صاحب الخیری کا خط پڑھا۔ یہ بہت پرجوش اور سرگرمی کے ساتھ کام کرنے والے آدمی ہیں۔ انھوں نے بیروت میں ایک بہت اچھا مدرسہ قائم کیا تھا جو دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا تھا کہ اسی زمانہ میں یورپ کی جنگ عظیم شروع ہوگئی بیروت ترکوں کے ہاتھ سے نکل گیا۔ سرکار انگریزی کو ان کے اوپر کچھ ترکوں کی طرفداری کا شبہ تھا اور ترک مغلوب ہو گئے تھے اس وجہ سے انہیں سلطنت ترکی کو چھوڑنا پڑا اور ترکی سے بلغاریہ چلے گئے مگر وہاں بھی حالات موافق نہ پائے تو

جرمنی چلے گئے اب بارہ تیرہ برس سے جرمنی کے دارالسلطنت برلن میں مقیم ہیں وہیں ایک جرمنی خاتون سے شادی کرلی ہے جس سے اولاد بھی ہے۔ برلن میں درس وتدریس کا شغل ہے اور کچھ شاید تجارت بھی ہے۔ وہاں پروفیسر خیری کے نام سے مشہور ہیں۔ بڑے لائق آدمی ہیں بیروت میں امریکن یونیورسٹی سے ایم۔ اے کا امتحان پاس کیا ہے پڑھانے کا بہت اچھا ملکہ رکھتے ہیں نئے طریق تعلیم سے خوب واقف ہیں۔ یورپ کی کئی زبانوں میں بہت روانی وفصاحت کے ساتھ گفتگو اور خط وکتابت کر سکتے ہیں عربی بہت اچھی جانتے ہیں۔ مصر کی جامع الازہر میں بھی پڑھا ہے۔ اگر آپ ان کو ہندوستان بلالیں تو آپ کو اپنے دارالعلوم کے قیام میں بہت امداد ملے گی۔

میری قید کا زمانہ بھی اب قریب الاختتام ہے انشاء اللہ تعالےٰ دس مہینہ میں آزاد ہو جاؤں گا ارادہ ہے کہ آپکے پاس رہ کر دارالعلوم کی خدمت کروں۔ میں آپکے اس کام کو بہت ہی پسند کرتا ہوں خدمت قوم کے جتنے کام آپنے کئے ہیں ان میں مدرسہ کا اجرا بہترین کام ہے۔ مسلمانوں میں تعلیم کی بہت ہی کمی ہے اس سبب سے یہ ترقی نہیں کرتے اور کچھ مولوی ترقی نہیں کرنے دیتے مولوی صاحبان ہر ایک اچھی بات کی مخالفت کرتے ہیں۔ ہر ترقی کے رستہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ جبری ولازمی تعلیم کی مخالفت کرتے ہیں حالانکہ رسول عربی فداہ امی وابی تو فرماتے ہیں کہ اطلب العلم ولوکان بالصین اور مولوی کہتے ہیں کہ لا نطلب العلم ولوکان فی الدھلی۔ قانون تحدید عمر ازدواج کی مخالفت کرکے یہ ثابت کردیا کہ مذہب اسلام ازدواج صغر سنی کو اچھا سمجھتا ہے۔ انہیں کی حرکات ناشایستہ کے سبب اسلام پر یہ اعتراض وارد ہو رہا ہے کہ اسلام مانع ترقی ہے۔ ترکی کو خراب کیا۔ افغانستان کی بڑھتی ہوئی سلطنت کو برباد کیا۔ ہندوستان کے مسلمانوں کو انگریزی کی تعلیم سے یا بحد امکان خود روکے رہے جس کا نتیجہ وہ اب تک بھگت رہے ہیں۔ کیا یہ چاہتے ہیں کہ مسلمان ترقی نہ کریں میرا بس چلے تو دنیا بھر کے مولویوں کی زبان وقلم پر دفعہ

تازہ خبریں

امریکہ میں آندھی

امریکہ سے خبر آئی ہے کہ وہاں ۴ ستمبر کو ایک زبردست آندھی آئی جس کے باعث نوسو آدمی ہلاک اور مجروح ہوگئے۔

تار برقی کے سلسلے اور دریاؤں کے پل بھی غائب ہوگئے۔ کہا جاتا ہے کہ اس آندھی کی رفتار ایک سو پچاس میل فی گھنٹہ تھی۔

آگ لگ گئی

لندن کے قریب ڈنیک میں بھی ۴ ستمبر کو ایک جگہ ایسی زبردست آگ لگی کہ ۲ مشینوں سے پانی ڈالنے کے باوجود بھی قابو میں نہ آسکی اور بڑھتی

ہی گئی۔ فوراً دو سَو آدمیوں کو مکانات خالی کر دینے
کا حکم ہو گیا جو اس علاقہ کے قریب رہتے تھے۔
نقصان کا اندازہ ۳ لاکھ پونڈ یعنی ۴۵
لاکھ روپے کے قریب کیا گیا ہے یہ بھی کہا جاتا ہے
کہ ایسی خوفناک آگ لندن میں کئی سال سے نہیں لگی تھی۔

۶۶ لاکھ بیکار

امریکہ میں بے بیکاروں کی تعداد بڑھتی جارہی
ہے اور اسوقت ۶۶ لاکھ بے کار آدمی امریکہ میں مارے
مارے پھر رہے ہیں۔

عدالت زچہ خانہ بن گئی

الہ آباد میں ۴ ستمبر کو ایک مقدمہ میں کوئی عورت
گواہی کے لیئے آئی تھی۔ اور عدالت کے برآمدہ میں بیٹھی
تھی۔ یکایک اس کے بچہ پیدا ہو گیا اور فوراً اسپتال
پہونچا دی گئی۔

۷ گاؤں غرق ہوگئے

نوگانوں آسام سے اطلاع آئی ہے کہ وہاں
سات گاؤں طغیانی آنے کی وجہ سے غرق ہوگئے
ہیں۔ امداد کے لیئے کانگریس اور یورپین جماعتیں
پہونچ گئی ہیں۔

بیوی کو قتل کر دیا

لندن پولیس نے ایک فرانسیسی کو گرفتار کیا ہے۔
ملزم کا بیان ہے کہ اس نے اپنی بیوی کو تکلیف سے
بچانے کے لیئے قتل کر دیا کیونکہ اس کی بیوی اپنے
شوہر کی بیماری کے سبب بہت رنجیدہ رہتی تھی
اور یہ قتل نیکی سمجھ کر میں نے کیا ہے۔

پیلی بھیت میں عجیب و غریب بھوت کا ظہور

صندوق میں بند کپڑوں کو آگ لگ جاتی ہے

دیوار پر لکھ دیا "مکان والا مکان خالی کر دے"

پیلی بھیت ۴ ستمبر۔ مسٹر کمند لال اگروال وکیل پیلی بھیت نے
اخبار پائینیر کو اطلاع دی ہے کہ پیلی بھیت میں ایک ایسے
خاندان کا ناطقہ کسی غیر مرئی طاقت نے بند کر رکھا ہے جسے
عوام بھوت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس خاندان کی یہ شکایات
تو بہت دیرینہ ہے۔ لیکن اب اسکی تکالیف و مصائب میں
بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ قریباً ایک سال قبل بھوتوں نے
ایک تین سال کے بچے کو کنوئیں میں گرا دیا جو گھر ہی میں واقع ہے
اور ایک آٹھ ماہ کے بچے کو اٹھا کر مکان کی تیسری منزل پر
پھینک دیا۔ اور جب اس کے والدین نے اسے وہاں سے
جاکر اٹھایا تو اسے زندہ سلامت پایا۔ بسا اوقات
ایسا ہوتا ہے کہ کھانے کی چیزیں پھل اور روپیہ دیکھتے
دیکھتے گم ہو جاتا ہے۔ کسی وقت بہت بڑی بڑی اینٹیں
اولوں کی طرح برسنے لگتی ہیں۔ کبھی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دروازے
پر ہزاروں آدمی شور مچا رہے ہیں۔ غرض گھر میں رہنے والوں
کو ستانے اور ڈرانے کیلئے ہر روز نئے نئے طریقے ایجاد کیئے جاتے
ہیں۔ چنانچہ اب دیکھا گیا ہے کہ بعض اوقات جو کپڑے کھونٹی
پر لٹکے ہوتے ہیں یا صندوقوں میں بند ہوتے ہیں انمیں خود
بخود آگ لگ جاتی ہے۔ اس سے گھر والوں کو صرف دو ہفتے
میں ایک ہزار روپے کا نقصان پہونچ چکا ہے غرض اب
ان بیچاروں کے لیئے زندگی وبال ہو رہی ہے کل کوئلے سے
لکھی ہوئی دیوار پر ایک تحریر دیکھی گئی جسکا مفہوم یہ تھا کہ "مالک
مکان، مکان کو خالی کر دیں" (سیاست)

آبادی میں روز افزوں اضافہ

۱۹۱۰ء میں دنیا کی آبادی ایک ارب ساٹھ کروڑ تھی مگر اب یہ بڑھ کر تقریباً دو ارب ہو چکی ہے۔ مردم شماری کے بین الاقوامی محکمہ نے اس کے متعلق جو بیان شائع کیا ہے اس میں مختلف اقطار عالم کی آبادی حسب ذیل دی گئی ہے

ایشیا نوے کروڑ۔ یورپ پچاس کروڑ

امریکہ بائیس کروڑ افریقہ پندرہ کروڑ

اوقیانوسی آبادی ستر لاکھ۔

یورپ میں سب سے گنجان آبادی روس کی ہے جن کی تعداد چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو خارج کر دینے کے بعد ساڑھے گیارہ کروڑ ہے۔ اور سب سے کم آبادی جزیرہ آئسلینڈ کی ہے جس میں صرف پچانوے آدمی رہتے ہیں دنیا میں پیمایش کے لحاظ سے سب سے گنجان آبادی جزیرہ جاوا کی ہے (زمیندار)

امریکہ کے حبشیوں کا ایک شہر

ریاستہائے متحدہ امریکہ کی ریاست اوہایو میں ایک شہر ہے جس کا نام گلاکسٹون ہے۔ یہاں اس سے قبل ایک چھوٹا سا جیل خانہ تھا جس میں سال بھر میں بمشکل تین چار قیدی آتے تھے۔ اور وہ بھی چند یوم کے لئے اور اس طرح بلدیہ کو خواہ مخواہ اس کے غیر ضروری اخراجات برداشت کرنے پڑتے تھے۔ اس لئے صدر بلدیہ نے اسے بند کر دیا ہے۔ اور اب دنیا کے متمدن شہروں میں حبشیوں کے اس شہر کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں کوئی جیل خانہ نہیں ہے۔

کالج کھل جائے گا

آگرہ ۴ ستمبر معلوم ہوا ہے کہ الہ آباد یونیورسٹی اور کانگریس کے درمیان سمجھوتہ کی بنا پر آگرہ کالج پر سے بھی پکٹنگ اٹھا لیا جائے گا اور وہ ۸ ستمبر کو کھل جائے گا۔

دہرہ دون

سنا ہے دہرہ دون کے ڈی اے وی کالج سے بھی سمجھوتہ کی بنا پر پکٹنگ اٹھا لیا گیا اور باقاعدہ تعلیم شروع ہو گئی ہے مگر اسے بی ہائی اسکول پر ابھی پکٹنگ جاری ہے۔

بمبئی

ولسن کالج بمبئی جو ایک عیسائی درسگاہ ہے اس پر قومی جھنڈا لگا دیا گیا تھا مگر پرنسپل نے اور منتظمان کالج نے اتروا دیا۔

تعلیم کے لئے ایک کروڑ ڈالر

لندن ۱۴ ستمبر مسز جان ایس کنڈی نے وصیت کی تھی کہ ایک کروڑ ڈالر پچاس درسگاہوں میں تقسیم کر دیئے جائیں۔ اس وصیت کے مطابق ہر اس کے ایک اسکول کو پچاس ہزار ڈالر ملے ہیں (ڈالر تین روپے کا ہوتا ہے)

جعلی سکے گرفتار کر لیے گئے

دہلی میں ایک مکان پر پولیس نے چھاپہ مارا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ تلاشی لینے پر وہاں سے بہت سی جعلی چونیاں دستیاب ہوئیں

بائیسکل پر چار سو میل کا سفر

اینگلو عربک کالج دہلی کی ایک جماعت نے چار سو میل کا سائیکل پر آٹھ دن میں سفر طے کیا۔ اس پارٹی نے فرید آباد۔ پلول۔ متھرا۔ آگرہ اور علی گڈھ کے بہت سے تاریخی مقامات کی سیر کی۔

درسگاہوں پر پکٹنگ

ترچناپلی کے تین کالجوں پر

(سید ابن عربی ایڈیٹر پرنٹر پبلشر نے محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپا کر شائع کیا)

"دُو سَ"
"اور دُو شَ"

سازش اور سفارش دو لفظ ہیں جن میں "دُو سَ" ہیں اور "دُو شَ" ہیں اور یہ دونوں کہتے ہیں کہ ہندوستانی اسکولوں کی حالت یورپ اور امریکہ کے اسکولوں جیسی اس واسطے نہیں ہے کہ ہندوستان میں ہر چیز کے اندر سازش اور سفارش کا دخل ہو گیا ہے۔ یہاں تک کہ تعلیم جیسی نازک اور بنیادی چیز پر بھی سازش اور سفارش نے قبضہ کر لیا ہے۔ لائق استاد نہیں ملتے یا ان میں لیاقت پیدا نہیں ہوتی کیونکہ وہ سازش اور سفارش سے کام لینا چاہتے ہیں عمدہ کورس تیار نہیں ہوتے اس لیے کہ سازش اور سفارش سے برے کورس ہندوستانی یونیورسٹیاں منظور کر لیتی ہیں۔ خواجہ اسکول گزٹ اگر سازش اور سفارش کے "سَ" "شَ" کو شکست دیدے اور تعلیم کی بنیادیں درست ہو جائیں تو میں سمجھونگا کہ اس اخبار نے اپنا فرض ادا کر دیا میں نے اپنی پوری زندگی اصلاح اور ترقی تعلیم اور عمدہ تربیت رائج کرانے کے لیے وقف کر دی ہے اس لیے انشاء اللہ اس اخبار میں بھی ہر ہفتہ اپنے خیالات ظاہر کیا کرونگا اور مجھے یقین ہے کہ میرے ہزاروں فیض یافتہ بھی اس ضروری معاملہ میں اس اخبار کے ذریعہ ملکی بچوں کی ترقی تعلیم اور اصلاح تربیت کی کوشش شروع کرینگے اور اس اخبار میں مضامین لکھتے رہیں گے۔

حسن نظامی دہلوی

سید ابن عربی پرنٹر و پبلشر نے محبوب المطابع برقی پریس دہلی میں چھپوا کر شائع کیا۔